Al-Qawārīr - Vol: 04, Issue: 01,
Oct – Dec. 2022

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
Journal.al-qawarir.com

بین الاقوامی سطح پر کھیلوں میں مسلمان خواتین کی شرکت

Muslim Women's Participation in sports at the global level

Syed Adeel Shah
PhD Scholar, Department of Islamic Studies,
Al-Hamd Islamic University, Islamabad

Version of Record
Received: 02-Oct-22 **Accepted**: 10-Nov-22
Online/Print: 28-Dec-2022

ABSTRACT

Islam has legitimated specific sports for men. In the same way, games are essential for women so they can make their leisure time use and get benefits from it. Researchers have pointed out that games are not good for women with reference to their physical health rather it is beneficial for their mental, psychological, social, cultural and social betterment. The social interaction of women can be constructed through these games in a positive aspect. Women, in those countries where they are given more opportunities to participate in games, are seen more immune against horrible diseases. They are less in suffering from mental and psychological issues. This is the reason for they live longer as compared to the women of other countries. Despite these facts, it is seen that women in Muslim countries are not participating actively at a wide level as men do. Those who contribute to it are not given proper attention by the media. In order to fulfill this need, Muslim sports women will be introduced in this article. Possibilities and opportunities will be identified for other Muslim women in this regard in the light of the Quran and Sunnah.

Keywords: *Women, Islam, Sports, Quran and Sunnah*

تمہید

کھیلوں میں مسلمان خواتین کی شرکت ایک ایسا پہلو ہے جس میں شرعی اور ثقافتی امور در آتے ہیں اس لیے اس کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔ جہاں ایک طرف اسلامی پردہ خواتین کے لیے لازم ہے وہاں ان کی صحت اور ذہنی وجسمانی فعالیت کے لیے ورزش

CC BY

اور کھیلوں میں شرکت کو بھی لازم سمجھا جاتا ہے تاکہ ان کی اہم اور مفید صلاحیتوں کو جلا مل سکے۔ خواتین کے لیے کھیلوں کے حوالے سے اسلامی نقطہ نظر پر بعض تصنیفات میں جزوی معلومات موجود ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ کتب میں تاریخ کے بعض حصوں میں مسلمان خواتین کے کھیلوں کے حوالے سے مصروفیات کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ ان میں اہم کتب مندرجہ ذیل ہیں:

1. محمود اشرف عثمانی، کھیل اور تفریح کی شرعی حدود، ادارہ اسلامیات، لاہور، 1994ء
2. مختلف مفکرین، تفریح وسیاحت، اس کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط، ایفا پبلی کیشنز، نئی دہلی، 2012ء
3. نوید احمد شہزاد، تفریح کا اسلامی تصور، دولت کارپوریشن، فیصل آباد، 2003ء
4. سید صباح الدین عبد الرحمان، مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی جلوے، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ،
5. محمود علی، مغل شہزادیاں، ایم آر پبلی کیشنز، دہلی
6. محمد اشرف کنور، ہندوستانی معاشرہ عہدِ وسطیٰ میں، نیشنل بک ٹرسٹ، نئی دہلی

ان کتب میں خواتین کے کھیلوں کو اسلامی تناظر میں دیکھا گیا ہے نیز برصغیر میں شاہی خاندان کی خواتین کی تفریحی سرگرمیوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ تاحال ایسی کوئی دستاویز سامنے نہیں آسکی جس میں موجودہ زمانے کی مسلمان خواتین کے کھیلوں میں اشتراک کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہو۔ اس مقالہ میں اسی خلا کو پر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ البتہ عملی طور پر کھیلوں میں مسلمان خواتین کی شرکت کس حد تک رہی ہے اور ان کھیلوں میں ان کے کون کون سے مسائل ذرائع ابلاغ پر پیش کیے جا چکے ہیں نیز کھیلوں میں شرکت کرنے والی خواتین کو کون کون سے اعزازات مل چکے ہیں؟ ان سوالات کے تفصیلی وتوضیحی جوابات تاحال کسی تحقیقی تصنیف میں پیش نہیں کیے جاسکے ہیں۔ اس مقالہ میں اسی خلا کو پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس مقالہ میں عالمی سطح پر کھیلوں کے ضمن میں مسلمان خواتین کھلاڑیوں کے کردار کا جائزہ لیا گیا ہے نیز مسلمان خواتین کھلاڑیوں کے مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آخر میں ان مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں معلومات جمع کرنے کے لیے ان ایجنسیوں کی ویب سائٹوں سے استفادہ کیا گیا ہے جو کھیلوں کے حوالے سے ذرائع ابلاغ میں مصروفِ عمل ہیں۔ اس لیے زیادہ تر معلومات کے حوالہ جات میں مختلف ویب سائٹوں کو پیش کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر متعلقہ موضوع سے مربوط تحقیقی جرائد کے آرٹیکلز سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ مقالہ میں بین الاقوامی سطح پر مسلمان خواتین کی کھیلوں میں شرکت پر توجہ مرتکز رکھی گی ہے۔

یوں تو مسلمان خواتین نے ساتویں صدی عیسوی میں ہی عملی طور پر کھیلوں میں شرکت شروع کر دی تھی لیکن اس کو اکیسویں صدی میں عروج ملا ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ عہد جدید میں مسلمان خواتین کھلاڑیوں نے کئی کھیلوں میں کامیابی کے ریکارڈ قائم کیے ہیں۔ ان کھیلوں میں والی بال، ٹینس، فٹ بال، باڑ لگانا اور باسکٹ بال شامل ہیں[1]۔ 2016ء کی موسم گرما میں ہونے والی اولمپکس کھیلوں میں مسلمان ممالک کی چودہ خواتین نے مختلف کھیلوں میں بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تمغے جیتے تھے[2]۔

تنظیم برائے اسلامی تعاون (OIC) کے رکن ممالک میں سے کئی ایک نے فٹ بال کے ٹورنامنٹ منعقد کیے ہیں۔ Union of European Football Associations (UEFA) کی جانب سے آذربائیجان میں 2012ء کا ٹورنامنٹ منعقد کیا گیا جس میں 17 برس سے کم عمر کی لڑکیوں نے شرکت کی۔ 2016ء میں اردن میں اسی طرز پر ایک بین الاقوامی سطح کا فٹ بال ٹورنامنٹ منعقد ہوا۔ یہ مشرق وسطیٰ میں ہونے والا خواتین کی کھیلوں کا پہلا سلسلہ تھا[3]۔

مزید یہ کہ تنظیم برائے اسلامی تعاون (OIC) کے ارکان میں سے جنوبی ایشیاء کے مسلمان ممالک میں خواتین کی چیمپئن شپ کے کئی کھیلوں کا افتتاح کیا گیا۔ 2005ء میں West Asian Football Federation Championship کا انعقاد ہوا۔ 2006ء میں ASEAN (AFF Women's Championship منعقد ہوا۔ 2010ء میں SAFF Women's Championship کا انعقاد کیا گیا۔ مغربی یورپ کی قومی ٹیموں میں متعدد مسلمان خواتین نے فٹ بال کے مقابلوں میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان میں جرمنی سے تعلق رکھنے والی فاطمیر آلوشی (Fatmire Alushi) سر فہرست ہیں جو 2007ء میں چین میں ہونے والے FIFA Women's World Cup میں ورلڈ چیمپئن رہی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ 2009ء تا 2013ء ہونے والے UEFA European Women's Championship میں دو مرتبہ فاتح قرار پائی ہیں[4]۔

کھیلوں کی کئی انجمنوں کے برعکس بین الاقوامی سطح پر باسکٹ بال کی انتظامیہ FIBA کی جانب سے یہ پابندی عائد کی جا چکی ہے کہ پانچ انچ سے زیادہ بڑا کوئی سکارف سر پر نہیں اوڑھا جا سکتا ہے۔ اس کے نتیجے میں حجاب اوڑھنے کا حق سلب ہو جاتا ہے۔ اس پالیسی کے بارے میں 2016ء سے مسلمان خواتین کی جانب سے تحفظات کا اظہار کیا گیا ہے اور سماجی ذرائع ابلاغ پر ہزاروں لوگوں نے The National Collegiate Athletic Association (NCAA) کے ذریعے بلقیس عبد القادر اور اِندیرا کلیجو (Indira Kaljo) کے توسط سے اپنا احتجاج ریکارڈ کروایا ہے[5]۔ کئی خواتین کھلاڑیوں نے FIBA کی انتظامیہ کے

سامنے یہ پیٹیشن بھی دائر کی ہے کہ اس پالیسی پر نظر ثانی کی جائے۔ان کھلاڑیوں میں عزدار عبد المولا(Ezdihar Abdulmula)، عاصمہ البادوی(Asma Elbadawi)، کیکے رفیع (Ki-Ke Rafiu)، رئیسہ اریبتول (Raisa Aribatul)، ربیہ پاشا، ماروی ساپسی(Merve Sapci)، اور نوحہ برہان(Noha Berhan) وغیرہ شامل ہیں[6]۔بلقیس عبد القادر اور اندرا کلیجو، دونوں نے سکول اور کالج کے عہد میں باسکٹ بال میں نمایاں کامیابی حاصل کی تھی۔ بلقیس نے 2009ء میں ماساچیسٹس میں سکول کی سطح پر تین ہزار پوائنٹ حاصل کر کے سال کی ممتاز کھلاڑی ہونے کا اعزاز حاصل کیا تھا۔اندرا کلیجو امریکی کھلاڑی تھیں جنہوں نے بیس برس کے بعد حجاب اوڑھنا شروع کیا تھا[7]۔ان دونوں خواتین نے مذہبی تعلیمات کو باسکٹ بال کی اعلیٰ انتظامیہ پالیسیوں پر ترجیح دیتے ہوئے بطور باسکٹ بال کھلاڑی مزید کام کرنے سے احتراز کیا تھا۔

کرکٹ اور مسلمان خواتین کھلاڑی

ICC Women's Rankings میں صف اول کی ٹیموں میں سے دو ٹیمیں پاکستان اور بنگلہ دیش ایسے اسلامی ممالک کی ہیں[8]۔پاکستانی خواتین کی کرکٹ ٹیم نے اپنا پہلا بین الاقوامی میچ 1997ء میں کھیلا تھا۔ اب تک یہ ٹیم 101 میچ کھیل چکی ہے۔2014ء میں بنگلہ دیش نے Women's World Twenty20 2014 کی میزبانی کی تھی[9]۔اس میں بھارت سے مسلمان خواتین کھلاڑیوں نے بھی شرکت کی جن میں سے فوزیہ خلیل، نزہت پروین[10]، گوہر سلطانہ، نوشین الخضیر اور روشانرا پروین[11] شامل ہیں۔اس مقابلے میں جنوبی افریقہ کی مسلمان خاتون کھلاڑی شبنم اسماعیل بھی شامل تھیں[12]۔انگلینڈ میں مسلمان خواتین کھلاڑیوں نے مردوں کی مانند کرکٹ میں صف اول کی نمائندگی نہیں کی ہے۔کچھ مسلمان مردوں نے کرکٹ کے ضمن میں بین الاقوامی سطح پر انگلینڈ کا نام روشن کیا ہے۔وہاں 2012ء میں پہلی مسلمان خاتون سلمیٰ بی کو Women's County Championship میں حصہ لینے کا موقع ملا تھا[13]۔

روایت پسند مسلمان معاشروں میں شاید کرکٹ کو خواتین کے دیگر کھیلوں سے زیادہ فوقیت دی جاتی ہے کیونکہ اس کا لباس حجاب کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔خواتین لمبے ٹراؤزر اور بازو والی شرٹس میں ملبوس ہو کر کھیل سکتی ہیں۔2009ء میں ایران کی خواتین نے کرکٹ کی ایک ٹیم بنائی جس کی ایک کھلاڑی نرجس لافوتی نے سمندر پار سفر کرتے ہوئے سنگاپور جا کر 19 برس سے کم عمر کی خواتین کھلاڑیوں کے لیے ایمپائر کے فرائض سر انجام دیے تھے[14]۔افغانستان میں خواتین کی کھیلوں پر ثقافتی موانع ہیں ۔2010ء میں ایک قومی ٹیم تیار کی گئی اور 2014ء میں اس کو تحلیل کر دیا گیا تھا۔

تلوار بازی میں مسلمان خواتین کی شرکت

2016ء میں مسلمان تلار باز خاتون ابتہاج محمد پہلی امریکی کھلاڑی تھیں جو حجاب پہن کر اولمپکس میں کھیلنے کے لیے منتخب ہوئی تھیں۔انھوں نے یہ کھیل اس لیے منتخب کیا کہ اس کے مقابلوں میں لباس سے متعلق کوئی مخصوص پابندی عائد نہیں ہوتی ہے[15]۔اس مقابلے میں ابتہاج آٹھ مراحل میں جیت گیں البتہ اگلے مرحلہ میں ایک فرانسیسی کھلاڑی بازی لے گی۔انہی مقابلوں میں تیونس کی مسلمان کھلاڑی انیس بوبکری تمغہ جیتنے میں کامیاب ہوگئیں۔انھوں نے روسی کھلاڑی ائیدا شناویا کو میڈل راؤنڈ میں شکست دی تھی۔انھوں نے اپنا تمغہ عرب کی تمام خواتین کے نام منسوب کیا اور کہا کہ ان کی خواہش ہے کہ ان کی فتح سے مسلمان دنیا میں یہ پیغام جائے کہ "خواتین معاشرے میں اپنا مقام و مرتبہ رکھتی ہیں[16]"۔

مارشل آرٹس میں مسلمان خواتین کی دلچسپی

2016ء کے موسم سرما کے اولمپکس میں مارشل آرٹس کے مقابلوں میں زیادہ تمغے مسلمان خواتین نے جیتے تھے۔کوسوا سے تعلق رکھنے والی مسلمان خاتون مجلندہ کلمیندی نے جوڈو کراٹے میں طلائی تمغہ جیتا۔آذر بائیجان کی مسلمان کھلاڑی ماریہ سٹیڈنیک نے چاندی کا تمغہ جیتا۔ایران سے تعلق رکھنے والی کیمیا علیزدہ زینورین اور مصر سے تعلق رکھنے والی ہدایا ملک نے تایکوانڈو کا مقابلہ جیت لیا تھا۔2020 میں تیونس کی مسلمان کھلاڑی ماروا امری، ترکی سے تعلق رکھنے والی نو تعتز اور دستریا کر اسنیقی نے بھی جوڈو کراٹے کا مقابلہ جیتا تھا[17]۔

ٹینس میں مسلمان خواتین کی عملی کارکردگی

سلامتی کونسل کے کئی مسلمان ممالک ٹینس کے پروفیشنل ٹورنامنٹ منعقد کرتے ہیں۔یہ پروگرام Women's Tennis Association (WTA) کے زیر انتظام منعقد کیے جاتے ہیں۔اب تلک مندرجہ ذیل ممالک میں ٹورنامنٹ منعقد کیے جا چکے ہیں۔

متحدہ عرب امارات، دبئی(199ء)	ازبکستان(1999ء)	مراکش(2001)
قطر(2001ء)	ترکی(2005ء)	ملائشیا(2010ء)[18]

ان ممالک میں خواتین کے ٹورنامنٹ کے انعقاد سے نہ صرف کھیلوں کی دنیا میں ان کا نام آگے آیا ہے بلکہ ان کھیلوں کے انعقاد کی بنا پر ان کے معاشی حالات میں بھی خاطر خواہ بہتری پیدا ہوئی ہے۔دوسری جانب ان مقابلوں کے توسط سے کئی مسلمان خواتین ایسی سامنے آئی ہیں جو ٹینس کی دنیا میں معروف ہوئی ہیں۔ان میں زرینہ دیاس، سلیمہ سفار، اروانا رازی، دینارا سفینہ،

ثانیہ مرزا، اونس جیبور اور فاطمہ النبھانی شامل ہیں[19]۔ اروانارازی ایرانی نژاز فرانسیسی کھلاڑی ہیں جنہوں نے اب تک WTA کے چار مقابلے جیتے ہیں۔ 2015ء میں ثانیہ مرزا نے چالیس ٹائٹلز جیت کر صف اول کی ٹینس کھلاڑی کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ بھارتی مسلمان علماء کی جانب سے ثانیہ مرزا کو کھیل کے لیے مخصوص لباس پہننے پر تنقید کا سامنا کرنا پڑا ہے[20]۔

دوڑ/میراتھن میں مسلمان خواتین کا کردار

2016ء کے موسم گرما میں ہونے والی اولمپکس کھیلوں میں دلیلہ محمد پہلی امریکی مسلمان کھلاڑی تھیں جو 400 میٹر طویل دوڑ کے مقابلے میں جیت پوری دنیا کی منتخب کھلاڑیوں کے مقابلے میں ریکارڈ قائم کیا تھا[21]۔ دلیلہ کے والدین نے ان کی جیت کے اسباب میں سے اسلامی جذبہ ایمان، نظم وضبط اور قابلیت کو قرار دیا تھا[22]۔ دوڑ کے مقابلوں میں کئی مسلمان کھلاڑیوں نے دلچسپی لیتے ہوئے ریکارڈ قام کیے ہیں۔ ان خواتین میں سے سلویٰ عی نصر، انعس منصور، دینہ الطبا، شینونہ صلاح الحبسی، کریمن عبد الایجادایہ، کامیہ یوسف اور سلیمان فاطمہ داہمان شامل ہیں۔

والی بال اور مسلمان خواتین کھلاڑی

2010ء تا 2016ء FIVB Volleyball Women's Club World Championship میں ترکی اور آذربائیجان کی خواتین کھلاڑیوں کی ٹیموں نے سات میں سے پانچ ٹائٹل جیتے تھے[23]۔ یہ دونوں ممالک او آئی سی کے ممبر ہیں۔ مذکورہ دورانیے یعنی 2010ء تا 2015ء میں ہی CEV Women's Champions League میں ترکی کی خواتین کے والی وال کلب نے چھ میں سے پانچ مقابلے جیتے تھے۔ ترکی کی قومی خواتین والی وال ٹیم اکیسویں صدی میں اپنی فتح کے کئی جھنڈے گاڑے ہیں۔ اس ٹیم نے 2005ء میں Mediterranean Games میں حصہ لیا اور طلائی تمغہ جیتا۔ 2014ء میں یورپی لیگ کے مقابلوں میں فتح حاصل کی اور 2015ء میں پولینڈ کو شکست دے کر یورپی کھیلوں کے افتتاحی مقابلے بھی جیت لیے تھے۔

مسلمان ممالک میں سے جن ممالک کی خواتین نے والی وال میں خوب نام کمایا ہے ان میں آذربائجان، الجزائر اور تیونس شامل ہیں۔ الجزائر کی ٹیم نے 2009ء میں افریقی چیمپئن شپ جیتی اور 2011ء کی All-Africa Games میں طلائی تمغہ جیتا تھا۔ 2016ء کے موسم سرما میں ہونے والے اولمپکس میں مصر کی مسلمان خاتون کھلاڑی دعا الگوبیبی نے مکمل لباس اور سر پر سکارف پہن کر والی وال کے مقابلے میں حصہ لیا جسے دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ کی شہ سرخیوں کا حصہ بنایا گیا تھا۔(48) دعا اور ان کی ساتھی کھلاڑی نداامیاود جب شائقین میں بیٹھ کر مقابلہ دیکھ رہی تھیں تب بھی عالمی میڈیا نے ان کے لباس کو توجہ کا مرکز بنائے رکھا جس کے نتیجے میں کھیلوں میں اقلیات کی شرکت کا موضوع زیر بحث رہا تھا۔

وزن اٹھانا/ویٹ لفٹنگ

2011ء تک یہ اصول اور ضابطہ لاگو رہا کہ وزن اٹھانے کے مقابلوں میں شرکت کرنے والی خواتین کے لیے بازو اور ران کو ظاہر کرنا لازم ہے جس کی وجہ سے مسلمان خواتین نے مذہبی تعلیمات میں حجاب وغیرہ کے حکم کے پیش نظر اس کھیل میں شرکت سے اجتناب کیا۔ امریکی مسلمان خاتون کھلاڑی کلثوم عبد اللہ نے International Weightlifting Federation کے سامنے ایک رپورٹ رکھی اور اس میں بتایا کہ یہ پالیسی مسلمان خواتین کو اس کھیل سے دور رکھنے کا باعث بن رہی ہے لہذا اس پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ کلثوم نے درخواست کی کہ ان کو مکمل لباس اور سکارف کے ساتھ اس کے مقابلہ میں شریک ہونے کی اجازت دی جانی چاہیے۔ اپنے وکیل اور مسلمان سماجی کارکنوں کی مدد سے کلثوم نے ایک طویل جدوجہد کے بعد اپنا مطالبہ منوالیا اور اگلے برس قومی سطح پر منعقد ہونے والے وزن اٹھانے کے مقابلہ میں شرکت کی۔ ان کی کوشش کے بعد کئی مسلمان خواتین نے اس کھیل میں شرکت کر کے تمغے جیت لیے۔ ان میں سے دو امریکی مسلمان خواتین کھلاڑی زازیرا زپارکل، ایناز مخامیڈا، ایک انڈونیشین مسلمان خاتون سری واحیونی آگسٹین اور مصری کھلاڑی سارا احمد کا نام قابلِ ذکر ہے[24]۔

اسکولوں کی سطح کے کھیل

محققین نے مسلمانوں کی اکثریت آبادی کے ممالک اور اقلیت آبادی کے ممالک، دونوں میں مسلمان لڑکیوں کی جانب سے جسمانی تعلیم میں شرکت کے بارے میں عدم دلچسپی کا رجحان پایا ہے[25]۔ ترکی کے اسکولوں میں دیکھا گای کہ لڑکیاں ان کلاسوں میں شرکت کرنے سے احتراز کرتی ہیں جن میں جسمانی سرگرمیوں سے متعلق تعلیم دی جاتی ہے[26]۔

مغربی ممالک میں رہنے والی مسلمان لڑکیاں ان کھیلوں میں شرکت کرنے سے زیادہ احتراز کرتی ہیں کیوں کہ ان کھیلوں میں ان کو نہ صرف ایسا لباس پہننا پڑتا ہے جس کی اسلام میں ممانعت ہے بلکہ ان کے جسمانی اعضا کا لڑکوں کے ساتھ مس ہونا بھی ضروری ہوتا ہے[27]۔ کھیلوں میں شریک ہونے کے لیے مسلمان لڑکیوں سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ سر سے سکارف اتار دیں اسی طرح بعض سرگرمیوں میں ان کو جنس مخالف کے ساتھ مل کر کھیلنا پڑتا ہے۔ اس دوران ان کے جسمانی اعضاء آپس میں مس ہوتے ہیں جس کی اسلام میں قطعاً اجازت نہیں ہے[28]۔ عرب ممالک میں، مستقبل قریب میں مسلمان لڑکیوں کی کھیلوں میں شرکت بڑھتی ہوئی نظر آ ہی ہے[29]۔ او آئی سی کے کئی ممالک میں اقتصادی حالات تیزی سے بدل رہے ہیں نیز ان کے ہاں آبادی کا ایک بڑا حصہ خواتین پر مشتمل ہے جس سے پیشہ ورانہ کھیل، کھلاڑیوں سے متعلق مصنوعات اور سماجی سطح پر کھیلوں کو فروغ دینے والی تنظیموں کی سرگرمیوں میں بہتری آ سکتی ہے۔

مسلم خواتین کی کھیلوں میں شرکت کے محرکات

اسلامی تصورِ حیات کے مطابق ہر شخص اپنی ذات اور اپنے جسم کا ذمہ دار ہے۔ انسانی زندگی کو ایک خاص تقدس عطا فرمایا گیا ہے اور اس کی تخلیق کا اختیار انسان کے پاس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں پر یہ لازم قرار دیا ہے کہ جس طرح ان پر تزکیہ نفس اور روحانی پاکیزگی کا خیال رکھنا فرض ہے اسی طرح ان پر اپنے جسم کی صحت و عافیت کو برقرار رکھنا بھی فرض ہے۔ کسی انسان کو بھی یہ اجازت نہیں دی گئی ہے کہ وہ اپنے جسم کو کوئی چوٹ پہنچائے یا اس کا کوئی نقصان کرے[30]۔
اسلامی ادب کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ اپنے بچوں کو تیراکی، گھڑ سواری اور تیر اندازی سکھائیں۔ ایرانی ادب میں موجود تصاویر سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان خواتین بھی مردوں کے ساتھ ایک ہی میدان میں پولو کھلتی تھیں[31]۔ اکیسویں صدی میں بعض مسلمان ماہرین عمرانیات کی جانب سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ لڑکیوں کے لیے بھی کھیلوں میں شرکت کو اسی طرح ضروری قرار دیا جانا چاہیے جس طرح لڑکوں کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے۔ خواتین کے ورزش خانے قائم کر کے ان کے لیے کھیلوں میں شریک ہونے کا ایک راستہ کھول دیا گیا ہے۔ 1993ء میں فائزہ ہاشمی نے Women's Islamic Games ادارہ قائم کیا اور اس کے تحت ایک مقابلہ منعقد کیا جس میں تمام خواتین کھلاڑی، کوچ، انتظامیہ کے لوگ اور کھیلوں سے منسلک خواتین کو جمع کیا۔ مسلمان خواتین مردوں کی موجودگی میں ہی حجاب اوڑھتی ہیں اس لیے مذکورہ مقابلے میں حجاب اوڑھنے کی کچھ خاص ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ اس طرح کے مقابلوں میں شریک ہونے کے لیے حجاب سے متعلق تحفظات سامنے نہیں آتے ہیں[32]۔
آیر لینڈ میں 201ء میں (Sport Against Racism Ireland (SARI کے کچھ کارکنان نے ایک ایسی فٹ بال ٹیم بنائی جس نے قومی سطح کے مقابلے (Fair Play Cup) میں شرکت کی[33]۔ کئی مسلمان معاشروں میں خواتین کے ایسے ورزش خانے قائم کیے گئے ہیں جہاں مردوں کا داخلہ کلی طور پر بند ہے۔ Islamic Solidarity Games کے نام سے خواتین کے کھیلوں کا ایک ایسا سلسلہ شروع کیا گیا ہے جس کا مقصد مسلمان خواتین کو اسلام کے دائرے میں رہ کر تفریحی سرگرمیوں میں شریک ہونے کے مواقع فراہم کرنا ہے بلکہ مسلمان خواتین کے حقوق کی حفاظت کے ساتھ ساتھ عالمی سطح پر امن اور ہم آہنگی کا قیام عمل میں لانا ہے۔ کینیڈا میں رہنے والی مسلمان خواتین کے بارے میں ایک تحقیقی سروے کے دوران محققہ Kay Tess اس نتیجے پر پہنچیں کہ کھیلوں میں شریک ہونے والی خواتین پر ان کے خاندان کا بہت زیادہ عمل و دخل تھا۔ یہ لڑکیاں گھروں میں زیادہ وقت کھیلوں کی مشق میں گزارتی ہیں اور وہ گھر سے باہر گزارنے والے وقت کے دوران بھی اپنے قالدین کی نگرانی میں

ہوتی ہیں۔ سماج میں اسلامی ثقافت سے ہم آہنگ نہ ہونے والے کھیل اگر متعارف کروائے جائیں تو ان میں مسلمان لڑکیوں کی شرکت انتہائی کم ہو جاتی ہے۔ ان کھیلوں کی انتظامیہ کی جانب سے بھی یہ شکایات موصول ہوئی ہیں کہ مسلمانوں لڑکیوں کو اس نوعیت کے کھیلوں میں شریک کرنے کے لیے ان کے والدین کو قائل کرنا انتہائی مشکل کام ہے[34]۔

خواتین کے عالمی مقابلوں میں شرکت کے حوالے سے مسلمان کھلاڑیوں کی مشکلات

مسلمان خواتین کھلاڑیوں کو کھیلوں میں شریک ہوے کے لیے جو ذرائع و وسائل مطلوب ہیں، عالمی سطح کے کھیلوں کے منتظمین کی جانب سے وہ مہیا نہیں کی جاتی ہیں[35]۔ مثال کے طور پر 2012ء تک مسلمان خواتین کھلاڑیوں کو اولمپکس کے زیادہ تر کھیلوں میں سکارف اوڑھنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی[36]۔ اسی سال اولمپکس رمضان میں آ گیا جس کی وجہ سے مسلمان خواتین کھلاڑیوں کو سخت بھوک اور پیاس کا سامنا کرنا پڑا۔ اعلیٰ سطح پر مسلمان لڑکیوں کو کھیلوں کے حوالے سے اس اعتبار سے بھی تشویش ناک صورت حال کا سامنا کرنا پڑا رہا ہے کہ ان پر مزید کئی پابندیاں بھی عائد کی جا رہی ہیں۔ مثلاً The International Basketball Federation نے تمام خواتین کھلاڑیوں پر مقابلے میں شریک ہونے کے وقت حجاب اڑھنا ممنوع قرار دیا ہے[37]۔ اسی لیے 201ء میں قطر کی قومی ٹیم نے اس پابندی کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے Asian Games میں شرکت کرنے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ ان کی زیادہ تر کھلاڑی خواتین حجاب اوڑھتی تھیں۔ مئی 2017ء میں یہ پابندی ختم کر دی گئی تھی[38]۔

فٹ بال کے میچ منعقد کرنے والے ادارے FIFA کی جانب سے بھی 2011ء میں حجاب پر پابندی عائد کر دی گئی اور ایران کی قومی فٹ بال ٹیم برائے خواتین کو یہ شرط نہ ماننے پر اولمپک کے میچ میں شریک ہونے سے روک دیا[39]۔ اس طرح کی پابندی عائد کرنے کے پیچھے ان اداروں کی جانب سے یہ توضیح پیش کی جاتی ہے کہ حجاب یا سکارف کھلاڑیوں کے لیے مضر اور مہلک ہے کیونکہ اس کی وجہ سے خواتین کھلاڑیوں کو گھٹن اور گرمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے[40]۔ اس مسئلہ کے حل کے لیے بعض کمپنیوں نے ایسے حجاب بھی تیار کیے ہیں جن کو اڑھ کر گرمی یا گھٹن کا احساس نہیں ہوتا ہے[41]۔ اس کے رد عمل میں FIFA کو حجاب پر لگائی گئی پابندی ختم کرنا پڑی اور اب خواتین FIFA کے منظور کردہ مواد سے تیار شدہ حجاب کے ساتھ کھیلوں کے مقابلے میں شریک ہونے کی مجاز ہیں[42]۔

ثقافتی موانع

زیادہ تر مسلمان معاشروں میں مرد شاہی نظام چل رہا ہے۔ان معاشروں میں خواتین کی کھیلوں میں شرکت کو انتہائی محدود پیمانے تک رکھا گیا ہے کیونکہ ایک عمومی تاثر یہی ہے کہ عورت ی دنیا گھر کی چادر اور چار دیواری ہے۔اس کا اہم کردار یہی ہے کہ وہ ایک اچھی بیوی بن کر شوہر کی خدمت گزار بنے اور ایک اچھی ماں بن کر اولاد کی تربیت وپرورش کرے[43]۔

Risa Isard کی ایک تحقیق کے مطابق ایران، ترکی اور فلسطین کی خواتین کے ہاں یہ موقف معروف ہے کہ فٹ بال صرف مردوں کا کھیل ہے اور اس میں خواتین کی شرکت کی تائید نہیں کی جاسکتی ہے[44]۔ترکی کی قومی فٹ بال کھلاڑی استر اارول کا کہنا ہے کہ اس کو بچپن میں بچوں کے ساتھ فٹ بال کھیلنے کی اجازت ملی تھی لیکن جب اس نے بلوغت کے بعد فٹ بال کھیلنے کا فیصلہ سنایا تو اس کو خاندان اور معاشرے کی جانب سے کئی نفسیاتی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا[45]۔

ماہر سماجیات Kay Tess کے ایک سروے سے معلوم ہوا کہ مسلمان والدین میں سے زیادہ تر والدین کا یہی موقف ہے کہ لڑکیوں کے لیے کھیل محض تعلیم سے توجہ ہٹانے کا ایک سبب ہے جب کہ کھیل کے مقابلے میں تعلیم زیادہ اہم ہے[46]۔والدین کی اسی سوچ کو بچوں میں منتقل کیا جاتا ہے۔نیز مرد شاہی نظام کے سبب مردوں میں کھیلوں میں شرکت کے حوالے سے خود اعتمادی اور عملی تیاری یادہ جب کہ خواتین میں یہ تیاری اور خود اعتمادی کم نظر آتی ہے[47]۔

بچپن میں بھی لڑکیاں سخت کھیلوں میں شریک ہونے سے گریز کرتی ہیں اور ان کی نازک مزاجی وقت سے ساتھ بڑھتی جاتی ہے جس سے کھیلوں سے دوری میں اضافہ ہوتا ہے[48]۔ایک اہم تشویش ناک مرحلہ یہ بھی ہے کہ کھیلوں میں شریک غیر مسلم خواتین میں سے بعض خواتین کو ہم جنس پرستی کے ساتھ متہم کیا گیا ہے۔اس الزام کو ذرائع ابلاغ میں اس قدر بڑھاچڑھا کر پیش کیا گیا ہے کہ اس کے نتیجے میں مسلمان معاشروں میں خواتین کی کھیلوں میں شرکت کو مزید مکروہ سمجھا جانے لگا ہے[49]۔

بعض مسلمان معاشروں کی علاقائی اقدار ایسی ہیں جو خواتین کو معاشرتی یا قومی سطح پر نمایاں ہونے کی اجازت نہیں دیتی ہیں۔ان روایتی اقدار کی بنا پر بھی وہ کھیلوں سے دور ہیں اور کوئی موثر کردار ادا کرنے سے قاصر ہیں[50]۔

ذرائع ابلاغ کا منفی کردار

بعض اوقات جب کوئی مسلمان خاتون کھیلوں میں شریک ہوتی ہے، مغربی ذرائع ابلاغ اس کو آزادی اور خود مختاری کی مثال بنا کر پیش کرتے ہیں۔مثال کے طور پر 2000ء میں افغانستان سے تعلق رکھنے والی کھلاڑی روبینہ مقیم یار نے اولمپکس میں شرکت کی اور اس نے برقعہ اتار کر سکارف اوڑھا تو مغربی ذرائع ابلاغ نے برقعہ کو مسلمان خواتین کے نزدیک ایک ناپسندیدہ چیز بنا کر پیش

کیا اور روبینہ کے برقعہ اتار دینے کی خود ستائش کی۔ اس وقت یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی کہ برقعہ خواتین کے لیے قید و بند کی ہی ایک قسم ہے۔ ڈاکٹر محفوظ عمارہ نے مغربی ذرائع ابلاغ کے اس رویے کو بھی استشراق اور ثقافتی استعماریت سے تعبیر کیا کیونکہ یہاں مسلمان خواتین کی آزادی اور قید و بند کو مغرب کے چند محدود الذہن اور متعصب لوگوں کے قام کردہ معیار کے مطابق پرکھنے کی کوشش کی جارہی تھی[51]۔

دوسری جانب مسلمان خواتین کھلاڑیوں کو اس وقت سخت تنقید اور رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جب وہ مغربی کھلاڑیوں کا طرز اختیار کرنے سے انکار کر دیتی ہیں 1996ء تک ان تمام کھلاڑیوں کو اولمپکس کے کھیلوں میں شریک ہونے کی اجازت نہیں تھی جو حجاب اوڑھتی تھیں۔ مغرب میں ایک طویل عرصے تک یہ بحث بھی چلتی رہی کہ سر ڈھانپنا اور کھیل کے میدان میں سکارف اوڑھنا مذہبی قدر ہے یا نہیں[52]؟۔

2012ء میں ہونے والے اولمپکس میں جن مسلمان خواتین کھلاڑیوں نے حجاب اوڑھ رکھے تھے ان کو مغربی ذرائع ابلاغ نے جو القابات دیے وہ بھی قابل غور ہیں۔ اب ذرائع ابلاغ نے مسلمان خواتین کھلاڑیوں کو "عجیب، نالائق، نا اہل اور غیر" ایسے القابات کے ذریعے تحقیر اور تضحیک کا نشانہ بنایا تھا۔ سکارف اور رمضان کے روزوں کی وجہ سے ذرائع ابلاغ کی جانب سے مسلمان خواتین کھلاڑیوں کو انتہائی بد اعتدالی اور غیر موزوں تبصروں کے ذریعے استہزاء کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ اس موقع پر کئی ذرائع ابلاغ کے رپورٹ نویسوں نے مسلمان خواتین کھلاڑیوں کے جسمانی خدوخال پر انتہائی شرمناک انداز میں تبادلہ خیال کیا تھا[53]۔

بعض مسلمان خواتین کھلاڑیوں نے یہ تشویش بھی ظاہر کی کہ مغربی ذرائع ابلاغ کے کارکنان ان کے کھیلوں میں سامنے آنے والی کارکردگی پر گفتگو کرنے کے بجائے ان کے لباس کے انتخاب سے متعلق سوالات پوچھتے رہے ہیں[54]۔ مثال کے طور پر ترکی سے تعلق رکھنے والی مسلمان کھلاڑی کبریٰ داگلی جو تائیکوانڈو کی ماہر ہیں، انھوں نے لکھا کہ مغربی صحافیوں نے میری کامیابی کے بارے میں گفتگو نہیں کی تھی بلکہ وہ میرے سکارف پر گفتگو کرتے رہے۔ میں ایسی گفتگو نہیں کرنا چاہتی کیونکہ بطور کھلاڑی ہماری کامیابی پر بات ہونی چاہیے۔ وہاں ترکی کے معروف اخبار "ملت" کے کالم نگار Asu Maro بھی تے ان کا کہنا ہے کہ میرے سامنے مسلمان کھلاڑی خواتین کو دو قسم کی تنقید کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ پہلی تنقید ان مسلمانوں کی جانب سے تھی جن کا خیال تھا کہ تائیکوانڈو مسلمان خواتین کا کھیل ہی نہیں ہے اس لیے انھیں اس کھیل سے احتراز کرنا چاہیے۔ دوسری تنقید سیکولر طبقات کی جانب سے آ رہی تھی جن کے مطابق مسلمان کھلاڑ خواتین کو یہ کھیل کھیلنا چاہیے لیکن اس کے مقابلے میں حصہ لینے

کے دوران سر پر سکارف اوڑھنے سے گریز کرنا چاہیے۔ مذکورہ کالم نگار نے ان دونوں طبقات کی تنقید کو مسترد کرتے ہوئے ان کو ایسے جنسی نریاتی مریض قرار دیا تھا جو کبریٰ داگلی اور اس کی ساتھی خواتین کھلاڑیوں کے لیے سخت نقصان دہ ہیں[55]۔

2017ء میں معروف کمپنی Nike نے سخت ورزش اور مشق کے دوران پہننے والا ایک حجاب تیار کر کے پیش کیا۔ 2018ء تک اس حجاب کو مسلمان خواتین کھلاڑی زہرا لاری نے ہر اویے سے چیک کیا اور پھر اس کے استعمال کی منظور دے دی۔ اب مسلمان خواتین کھلاڑی اس کو کھیلوں کے دوران استعمال کرتی ہیں[56]۔

کھیلوں میں شرکت کے نتائج

ایسی کی تحقیقات منصہ شہود پر آچکی ہیں جن میں مسلمان دیا اور غیر مسلم ممالک کی خواتین کے کھیلوں میں شریک ہونے کے نتائج پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے[57]۔ ایسی تمام جسمانی سرگرمیاں جو مرتب اور منظم انداز میں انجام پائیں، وہ جسمانی، نفسیاتی اور سماجی بہتری پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ قیادت کی مہارت اور سماجی خدمت کی قابلیت پیدا کرتی ہیں[58]۔ کئی خواتین کھیلوں میں روایتی سماجی طور طریقوں کو تبدیل کرنے اور تعلیم حاصل کرنے کے لیے استعمال کرتی ہیں[59]۔

کئی مسلمان خواتین نے کھیلوں کو پدر شاہی نظام کا مقابلہ کرنے کا ایک ذریعہ بنایا ہے۔ فلسطینی خواتین کی قومی فٹ بال ٹیم میں کیے گے ایک سروے کے مطابق جن خواتین نے کھیلوں میں شرکت کی ان میں خود اعتمادی کے ساتھ ساتھ خود انحصاری کی قابلیت بھی پیدا ہوئی تھی[60]۔ ان میں سے کئی کھلاڑیوں نے اس کو اپنے لیے قائم شدہ آراء اور خیالات کو غلط ثابت کرنے کے لیے ایک قیمتی موقع کے طور پر استعمال کیا۔ ایک کھلاڑی Jackline Jazrawl کا خیال تھا کہ فٹ بال کھیل کر وہ یہ ثابت کر سکتی ہے کہ خواتین آزاد ہیں اور وہ جو چاہیں وہ کر سکتی ہیں[61]۔ مقامی فلسطینی قائدین نے اس تحریک کی تاید کرتے ہوئے مفت ٹکٹیں فراہم کیں تاکہ لوگ خواتین کے میچ دیکھ سکیں۔ اس کے نتیجے میں ہزاروں مرد اور عورتیں ان میچوں سے محظوظ ہوئیں[62]۔

مغربی ذرائع ابلاغ میں مسلمان خواتین کے بارے میں ایک ایسا تاثر قائم کر رکھا ہے جس کے مطابق مسلمان خواتین معاشرے کا انتہای پسا ہوا طبقہ ہیں اور ان کو انتہائی سخت ماحول میں رکھا جاتا ہے۔ اس پراپیگنڈہ کا جواب دینے کے لیے مسلمان خواتین نے کھیلوں میں شرکت کی ہے تاکہ اسلام اور اسلامی معاشرے کے بارے میں غیر مسلموں کے پھیلائے ہوئے شبہات کا خاتمہ کیا جا سکے۔ مثلاً لیلہ بہرامی نے ماؤنٹ ایورسٹ کی کوہ پیمائی میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد اعلان کیا کہ میرا یہ معرکہ دنیا کو یہ دکھانے کے لیے ہے کہ مسلمان عورتیں بھی اسی طرح قابل اور لائق ہیں جس طرح مسلمان مرد ہیں[63]۔

کچھ مسلمان کھلاڑیوں نے رسمی اور غیر رسمی تعلیم دینے کے لیے متعدد منصوبوں پر کام کیا ہے۔ مثلاترکی کی خواتین کے ایک فٹ بال کلب "Sakarya" کی جانب سے اپنی قابل اور شوقین کھلاڑیوں کو یونیورسٹی کی سطح کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ترغیب دی ہے۔ وہاں روایتی طور پر فٹ بال کو محض مردوں کا کھیل سمجھا جاتا ہے لیکن اس تنظیم نے تعلیم حاصل کرنے والی لڑکیوں کے والدین سے رابطہ کرکے ان کو اس بات پر قائل کرے کی کوشش کی ہے کہ وہ اپنی بچیوں کو فٹ بال کھیلنے کی اجازت دیں[64]۔ کی مسلمان کھلاڑی خواتین نے مختلف مواقع پر یہ باور کروایا ہے کہ کھیلوں میں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے میں ان کی تعلیم نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ ان میں ٹینس کی کھلاڑی فاطمہ النبھانی اور تیراکی کی ماہر فریدہ عثمان سر فہرست ہیں۔ کھیلوں میں مہارت کی بنا پر ہی ان دونوں کو یونیورسٹی کی تعلیم کے لیے حکومتوں کی جانب سے وظائف دیے گئے تھے[65]۔

مسائل کا حل

مذکورہ تفصیلات کی مدد سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان خواتین کو کھیلوں میں شریک ہونے کے دوران بین الاقوامی سطح پر جن مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ان میں سے حجاب، مذہبی تعصب، ذراع ابلاغ کا جانب دارانہ کردار اور ثقافتی موانع سر فہرست ہیں۔ ان مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے اگر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حل تلاش کیا جائے تو مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

* مسلمان لڑکیوں کو سکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر ان کھیلوں کی تعلیم اور تربیت دی جانی چاہیے جن کی مدد سے وہ صحت و تندرستی کو برقرار رکھ سکیں۔ ان کھیلوں میں دوڑ، فٹ بال، کرکٹ، والی بال اور دیگر مفید کھیل شامل ہیں۔ ان کھیلوں کو لازمی مضامین کا درجہ دیا جانا چاہیے۔
* مسلمان لڑکیوں کو وہ تمام مہارتیں سکھائی جانی چاہیں جو ان کے جسمانی دفاع کے لیے مدد معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ ان کھیلوں میں جمناسٹک، جوڈو کراٹے، مارشل آرٹس اور اسلحہ چلانا شامل ہے۔
* مسلمان خواتین کے لیے کھیلوں کا انعقاد خود ان کے اپنے ممالک میں ہونا چاہیے تاکہ ان کو محرم کے بغیر طویل سفر کرنے سے چھٹکارا مل سکے جو کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے جائز نہیں ہے۔
* مسلمان خواتین کے بین الاقوامی مقابلے خود مسلمان ممالک کے باہمی تعاون سے ہونے چاہییں تاکہ غیر اسلامی تنظیموں اور ممالک کی جانب سے کھیلوں پر عائد وہ پابندیاں جن کا تعلق حجاب اور پردے کے ساتھ ہے، ان کا سامنا مسلمان کھلاڑی خواتین کو نہ کرنا پڑے۔

* مسلمان خواتین کے کھیلوں کو ذرائع ابلاغ کے ذریعے تشہیر کے عمل سے گزارنا ہو تو صرف خواتین کے رسائل اور اخبارات میں ان کی تشہیر کی جانی چاہیے۔ان رسائل میں خواتین کی تصاویر شائع کرنے کے بجائے کھیلوں کے میدانوں کی تصاویر شائع کی جائیں اور مسلمان کھلاڑی خواتین کے تحریری انٹرویوز شائع کیے جانے چاہییں۔اس طرح بے پردگی والا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

[1] Chuck Culpepper, "Muslim female athletes find sport so essential they compete while covered".
https://www.washingtonpost.com/sports/olympics/muslim-female-athletes-find-sport-so-essential-they-compete-while-covered/2016/07/29/a899e7a8-2da4-11e6-9de3-6e6e7a14000c_story.html.

[2] Sarah Harvard, "Meet these 14 incredible Muslim women athletes who won medals at the 2016 Rio Olympics"
https://www.mic.com/articles/152257/meet-these-14-incredible-muslim-women-athletes-who-won-medals-at-the-2016-rio-olympics

[3] Collett Mike, Jordan World Cup a significant milestone for women
https://www.reuters.com/article/uk-soccer-world-jordan-idUKKBN0NT1IC20150508?edition-redirect=uk

[4] Laurent Dubois. "The cultural significance of the hijab and France's Jessica Houara
https://www.espn.com/espnw/news-commentary/story/_/id/12883181/fatmire-alushi-looks-lead-germany-back-world-cup-dominance

[5] Amaar Abdul-Nasir, Muslim Basketball Players Urge FIBA To Allow Hijab
https://muslimmatters.org/2016/07/19/muslim-basketball-players-urge-fiba-to-allow-hijab/

[6] Zainab Chaudry, Hijabs and Turbans Are Not a Threat to Sports
https://web.archive.org/web/20160822154107/http://motto.time.com/4456128/hijab-ban-basketball-fiba-olympics/

[7] Burton Austin, Basketball pro Indira Kaljo ready to fight FIBA over hijab
https://ummahsports.net/2014/07/07/basketball-pro-indira-kaljo-ready-to-fight-fiba-over-hijab/
https://www.icc-cricket.com/rankings/womens/team-rankings/odi
https://www.espncricinfo.com/series/women-s-world-t20-2013-14-628373

[10] Sujata Sarkar, Nuzhat Parveen a new kid on the block in Indian women's cricket https://www.mykhel.com/cricket/nuzhat-parveen-new-kid-on-the-block-indian-women-s-cricket-007771.html

[11]http://timesofindia.indiatimes.com/news/Roshanara-prepares-to-shine-in-ICC-Womens-World-T20/articleshow/16267869.cms

[12]https://www.espncricinfo.com/story/shabnim-ismail-savours-life-in-the-fast-lane-1047471

[13]https://nation.com.pk/10-Jul-2012/i-m-proud-to-be-the-first-muslim-woman-county-cricketer-salma-bi

[14]http://www.cricketcountry.com/articles/the-miracle-of-cricket-in-iran-and-its-popularity-among-women-149515

[15] J. Weston Phippen, An American Hijab at the Olympics https://www.theatlantic.com/national/archive/2016/02/first-olympic-athlete-in-hijab/459933/

[16]http://www.firstpost.com/sports/rio-olympics-2016-tunisian-fencer-ines-boubakri-dedicates-historic-medal-to-arab-women-2948478.html

[17] Sarah Harvard, Meet these 14 incredible Muslim women athletes who won medals at the 2016 Rio Olympics https://www.mic.com/articles/152257/meet-these-14-incredible-muslim-women-athletes-who-won-medals-at-the-2016-rio-olympics#.75UYuGeeP

[18] https://www.wtatennis.com/tournaments

[19] Yaniv Berman, Muslim Female Tennis Players a Rare Species https://www.tennisforum.com/threads/muslim-female-tennis-players-a-rare-species.306827/

[20] https://web.archive.org/web/20151018212900/https://sports.vice.com/en_us/article/fatwas-feminism-and-forehands-the-life-of-indian-tennis-superstar-sania-mirza

[21] Sarah A. Harvard, Meet these 14 incredible Muslim women athletes who won medals at the 2016 Rio Olympics https://www.mic.com/articles/152257/meet-these-14-incredible-muslim-women-athletes-who-won-medals-at-the-2016-rio-olympics#.75UYuGeeP

[22]Ruschell Boone, Parents of Queens Track and Field Star Get Ready to Cheer Her On in Olympics, Spectrum News https://www.ny1.com/nyc/all-boroughs/sports/2016/08/12/queens-community-gets-ready-to-cheer-on-local-track-and-field-star-in-olympics

[23]http://clubworldchampionships.2016.women.fivb.com/en/competition/previouseditions

[24] Sarah Harvard, Meet these 14 incredible Muslim women athletes who won medals at the 2016 Rio Olympics
https://www.mic.com/articles/152257/meet-these-14-incredible-muslim-women-athletes-who-won-medals-at-the-2016-rio-olympics#.75UYuGeeP

[25] Dagkas Symeon; "Multiple voices: improving participation of Muslim girls in physical education and school sport". Journal of Sport, Education and Society. Vol 16, Issue 2, P.223–239
Muslim Women and Sport. Routledge. 2009. pp. 154–163

[26] Muslim Women and Sport. Routledge. 2009. pp. 154–163

[27]"Multiple voices: improving participation of Muslim girls in physical education and school sport". Kournal of Sport, Education and Society. Vol 16, Issue 2, P. 223–239

[28] Abeer Ahmed, Alamri, "Participation of Muslim Female Students in Sporting Activities in Australian Public High Schools: The Impact of Religion". Journal of Muslim Minority Affairs. Vol 33, Issue 3, P.418–429.

[29] Ahmed, Nida, The Gulf: A New Arena for Muslim Women in Sports
https://agsiw.org/the-gulf-a-new-arena-for-muslim-women-in-sports/

[30] Seyyed Hossein Nasr. The Heart of Islam: Enduring Values for Humanity. HarperOne publication, New York: (2004). pp. 278–279

[31] Salim Al-Hassani, A 1000 Years Amnesia: Sports in Muslim Heritage
https://muslimheritage.com/a-1000-years-amnesia-sports-in-muslim-heritage/

[32] "Muslim Female Athletes in Sports and Dress Code: Major Obstacle in International Competitions". Journal of Experimental Sciences. 2.

[33] Pollak Sorcha, Hijabs and Hat-tricks: Muslim women lead the field,
https://www.irishtimes.com/sport/soccer/hijabs-and-hat-tricks-muslim-women-lead-the-field-1.2479670

[34] Kay Tess "Daughters of Islam Family Influences on Muslim Young Women's Participation in Sport". Journal of International Review for the Sociology of Sport. Vol 41, Issue 3–4, P. 357–373

[35] Awista Ayub, Awista "A Closer Look at FIFA's Hijab Ban: What it Means for Muslim Players and Lessons Learned". SAIS Review of International Affairs. Vol 31, Issue, P. 43–50

[36] "Iranian women, sport and the Hijab issue". Journal of Social Sciences (Pakistan). Vol 9, Issue 6, P.492–498

[37]Hijabs and Turbans Are Not a Threat to Sports
https://web.archive.org/web/20160822154107/http://motto.time.com/4456128/hijab-ban-basketball-fiba-olympics/

[38] Basketball's governing body Fiba changes headgear rules to allow hijab https://www.bbc.com/sport/basketball/39802099

[39] CNN Wire Staff,FIFA defends hijab ban after Iranian team forfeits Olympic qualifier http://edition.cnn.com/2011/SPORT/football/06/07/football.iran.hijab.fifa/

[40]Weston Phippen, An American Hijab at the Olympics, https://www.theatlantic.com/national/archive/2016/02/first-olympic-athlete-in-hijab/459933/

[41] "A Closer Look at FIFA's Hijab Ban: What it Means for Muslim Players and Lessons Learned". SAIS Review of International Affairs. Vol, 31, Issue 1, P.43–50

[42] Fifa allows wearing of head covers for religious reasons https://www.bbc.com/sport/football/26398297

[43] "The Status of Muslim Women in Sport: Conflict between Cultural Tradition and Modernization". P. 283–306.

[44] Women’s Football for Social Change https://sites.duke.edu/wcwp/research-projects/middle-east/muslim-women-in-sport/womens-football-for-social-change/

[45] https://www.youtube.com/watch?v=IIsM93orVn8

[46] "Daughters of Islam Family Influences on Muslim Young Women's Participation in Sport",P. 357–373

[47] Wells Shelby, Grabe Jean, Twenge Brenda, Pasco Dolan, Brittany Gentile, "Gender Differences in Domain-Specific Self-Esteem: A Meta-Analysis". Journal of Review of General Psychology. Issue 13, P.34–45

[48] Janis Jacob, Stephanie Lanza, Changes in Children's Self-Competence and Values: Gender and Domain Differences across Grades One through Twelve". Journal of Child Development. Vol 73, Issue 2,P. 509–527

[49] Women Athletes as Falsely Accused Deviants: Managing the Lesbian Stigma". Sociological Quarterly Journal. Issue 33

[50] "Daughters of Islam..P. 357–373

[51] Mehfooz Amara, "The Muslim World in the Global Sporting Arena". Brown Journal of World Affairs. Issue 14

[52] Mehfooz Amara, "Veiled Women Athletes in the 2008 Beijing Olympics: Media Accounts". The International Journal of the History of Sport. Vol 29, Issue 4, P.638–651

[53] Sertac, Samie, "Strange, Incompetent and Out-Of-Place". Journal of Feminist Media Studies. Vol 15, Issue 3, P. 363–381

[54] Ibid

[55] Hijab-wearing Taekwondo champion divides opinion in Turkey

https://www.independent.co.uk/news/world/middle-east/turkey-hijab-taekwondo-champion-kubra-dagli-response-a7371831.html

[56] Ismaeel Naar, Nike set to launch the 'Pro Hijab' for female Muslim athletes: https://english.alarabiya.net/sports/2017/03/06/Nike-set-to-launch-the-Pro-Hijab-for-Muslim-female-athletes

[57] "Daughters of Islam …P. 357–373
Muslim Women and Sport. Routledge. p. 169

[58] Bipin Kumar Dubey, "Participation in sport as an assessment of women empowerment". British Journal of Sports Medicine. Vol 44 (Suppl 1): P. i62

[59] https://www.youtube.com/watch?v=IIsM93orVn8

[60] Muslim Women and Sport. p. 169

[61]"Gender Differences in Domain-Specific Self-Esteem: A Meta-Analysis". P. 13: 34–45

[62]Jaron Gilinsky, "Playing Soccer for More Than a Win, https://www.nytimes.com/video/world/middleeast/1247465410812/playing-soccer-for-more-than-a-win.html

[63] Meet these 14 incredible Muslim women athletes who won medals at the 2016 Rio Olympics https://www.mic.com/articles/152257/meet-these-14-incredible-muslim-women-athletes-who-won-medals-at-the-2016-rio-olympics

[64] https://www.youtube.com/watch?v=IIsM93orVn8

[65] Chuck Culpepper, Marriage, motherhood, education, maybe sports: female Muslim athletes' expected priorities https://www.washingtonpost.com/sports/olympics/marriage-motherhood-education-maybe-sports-female-muslim-athletes-expected-priorities/2016/07/13/a7f15a42-2f17-11e6-9b37-42985f6a265c_story.html